قانونِ توہینِ رسالت اور گستاخ آسیہ

عبداللطیف خالد چیمہ *

متحدہ ہندوستان میں غازی علم الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کی شہادت کے بعد ۱۹۲۷ء میں برطانوی حکمرانوں نے تعزیراتِ ہند میں دفعہ ۲۹۵۔الف کا اضافہ کیا جس کی تشریح کرتے ہوئے چودھری محمد شفیع باجوہ نے شرح مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں یوں تحریر کیا ہے کہ ''یہ دفعہ ۱۹۲۷ء میں ایجاد کی گئی تا کہ کسی مذہب کے بانی پر توہین آمیز حملہ کیا جائے تو ایسا کرنے والے کو سزا دی جا سکے، اِس سے پہلے اِس قسم کے اشخاص کے خلاف دفعہ ۱۵۳۔الف استعمال ہُوا کرتی تھی مگر ہائی کورٹ کے ایک فیصلہ کی رو سے یہ طریقہ غلط قرار پایا'' پاکستان شریعتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نفاذ کے مقدس نام پر معرضِ وجود میں آیا، تقسیمِ ملک کے بعد جب اِسلامائزیشن کا مطالبہ سامنے آنے لگا تو یہ عذر پیش کیا جانے لگا کہ دینی طبقات کسی ایک فارمولے پر متفق نہیں چنانچہ (۱۹۵۱ء۔۱۹۵۳ء) دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث اور شیعہ سمیت تمام مکاتبِ فکر نے ۲۳ نکاتی متفقہ دستوری خاکہ مرتب کر کے حکمرانوں کے بہانوں کا معقول سدِّ باب کر دیا تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کے نتیجہ میں ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ نے لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تو قادیانیوں نے نہ صرف اِس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت اور شانِ رسالت میں بے ادبی اور گستاخیوں کے کئی طریقے ایجاد کیے۔ قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پانے کے بعد نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ممالک اسلام اور پاکستان کے خلاف منفی پراپگنڈہ کر کے اپنا مول ڈلوانے لگے۔ تاریخ کے ریکارڈ پر متعدد شہادتیں موجود ہیں کہ قادیانیوں نے عیسائیوں کو اقلیتوں کے حقوق کے نام پر کس طرح استعمال کیا اور بعض مواقع پر عیسائی مسلم فسادات کس طرح کروائے گئے۔ یہ مستقل اور الگ موضوع ہے لیکن امر واقع یہ ہے کہ تعزیراتِ ہند اور تعزیراتِ پاکستان میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سزا درج تھی حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ ناکافی ثابت ہوئی۔ ایسے واقعات کی ایک لمبی فہرست ہے کہ کسی بد بخت شخص نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی اور لوگوں نے پکڑ لیا اور ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ اس کو جہنم رسید کر دیا گیا۔ اِس لئے اِس قسم کے واقعات کو روکنے اور قانون کی بالادستی قائم کرنے کے لیے ۱۹۸۴ء میں تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۵۔سی کا اضافہ کیا گیا جو درج ذیل ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال'' جو شخص الفاظ کے ذریعے خواہ زبان

* سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

سے ادا کئے جائیں یا تحریر میں لائے گئے ہوں یا دکھلائی دینے والی تمثیل کے ذریعے یا بلا واسطہ یا بالواسطہ تہمت یا طعن یا چوٹ کے ذریعہ نبی کریم (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی بے حرمتی کرتا ہے، اس کو موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔''

پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے اکتوبر ۱۹۹۰ء میں اپنے فیصلے میں صدر پاکستان کو ہدایت کی کہ وہ ۳۰/اپریل ۱۹۹۱ء تک اس قانون کے سُقم کو دور کریں اور ''یا عمر قید'' کے الفاظ ختم کریں اور اگر یہ کہ تاریخ مقررہ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے بعد یہ الفاظ منسوخ تصور ہوں گے اور صرف سزائے موت کا قانون بن جائے گا۔ مقررہ تاریخ تک اس طرح نہ ہوسکا چنانچہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی رو سے یہ الفاظ کالعدم ہوگئے۔ قانون ساز ایوان کو خیال آیا کہ اس قانون کی اصلاح کی ضرورت ہے چنانچہ ۲/جون ۱۹۹۲ء کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد منظور کی کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم کو سزائے موت دی جائے۔

صدر ضیاء الحق مرحوم کے دورِ اقتدار میں بننے والے اس قانون کو غیر مؤثر یا ختم کرنے کے لئے تمام حکمرانوں اور تمام ادوار میں طبع آزمائی کی گئی۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نے معمولی فرق کے ساتھ ہر ممکن طریقہ اختیار کیا۔ پرویز مشرف کے دور میں آخری حدوں کو چھوا گیا، حدود آرڈیننس کو تو ختم کر دیا گیا لیکن ۲۹۵۔سی پر تجربات ہوتے رہے اور قانون کے غلط استعمال کو ایکسپلائٹ کیا گیا۔ کہنے والے یہ نہیں سوچتے یا پھر ان کی سوچوں پر کڑے پہرے بٹھا دیے گئے ہیں، کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ سمیت اکثر قوانین غلط بھی استعمال ہوئے کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی نے کہا ہو کہ قتل کے مقدمات میں لوگ ایف آئی آر میں غلط نام درج کروا دیتے ہیں لہٰذا دفعہ ۳۰۲ کا ہی خاتمہ کر دیا جائے۔

تازہ صورتحال یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایک مسیحی خاتون آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح ساکن چک نمبر ۳، اٹانوالی ضلع ننکانہ صاحب نے ۱۴/جون ۲۰۰۹ کو گاؤں کی عورتوں کے روبرو کہا کہ

''آپ مسلمانوں کے (نعوذ باللہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں؟ نقل کفر کفر نہ باشد، وہ وفات سے ایک ماہ قبل چارپائی پر بیمار پڑے رہے اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ اور کانوں میں کیڑے پڑ گئے تھے اور تمہارے نبی نے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے محض مال کی خاطر شادی کی اور مال لوٹنے کے بعد اُنہیں گھر سے نکال دیا۔ قرآن پاک سے متعلق کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ خود بنائی گئی کتاب ہے''

ملزمہ آسیہ بی بی دیگر عورتوں کے ساتھ فالسہ توڑ رہی تھی گاؤں کی عورتوں نے یہ ساری باتیں گاؤں کے لوگوں کو بتائیں ۱۹/جون ۲۰۰۹ء کو گاؤں کے افراد نے ملزمہ آسیہ مسیح سے پوچھا تو اُس نے اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی توہین کی ہے اُسی دن ۱۹/جون ۲۰۰۹ء کو آسیہ مسیح کے خلاف مقدمہ نمبر ۳۲۶/۰۹ زیر دفعہ ۲۹۵۔سی، ت۔پ تھانہ صدر ننکانہ صاحب درج ہوا۔ اسی روز پولیس نے آسیہ مسیح کو گرفتار کر لیا، اِس مقدمہ کی تفتیش ایس پی انوسٹی گیشن شیخوپورہ محمد امین بخاری نے کی جس میں آسیہ مسیح کو گنہگار قرار دیا گیا۔ مقدمہ کا چالان بعدالت محمد نوید اقبال ایڈیشنل سیشن جج بھجوایا گیا، تقریباً ڈیڑھ سال تک مقدمہ عدالت مذکورہ میں زیر سماعت رہا۔ مستغیث مقدمہ نے

اپنے تمام گواہان عدالت میں پیش کیے، استغاثہ کی شہادت کے بعد آسیہ مسیح کو صفائی کا پورا موقع دیا گیا لیکن ملزمہ صفائی میں کوئی شہادت پیش نہ کر سکی۔ جرم ثابت ہونے پر عدالت نے ۸/ نومبر ۲۰۱۰ء کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنائی اور ملزمہ کو سات دن کے اندر اندر عدالت عالیہ میں اپیل دائر کرنے کا حق دیا۔

۱۶/ نومبر کو وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی نے کہا کہ حکومت نے قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ۲۰/ نومبر کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے مجرمہ آسیہ مسیح کے ساتھ ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ میں پریس کانفرنس کی اور مجرمہ کو یقین دلایا کہ صدر پاکستان آصف علی زرداری سے اس کی سزا معاف کروائیں گے گورنر نے یہ بھی کہا کہ آسیہ مسیح بے گناہ ہے۔ اِس ساری صورتحال میں وفاقی وزیر اقلیتی امور انتہائی سرگرم نظر آئے۔ سوال یہ ہے کہ آسیہ نے جرم کیا، ڈی پی او کے حکم پر پرچہ درج ہوا، عدالتی پراسیس پورا ہوا۔ فیصلے کے خلاف عدالتِ عالیہ میں جانا ملزمہ کا قانونی حق ہے۔ ہائی کورٹ کے بعد سپریم کورٹ اور پھر اپیل کا ایک پورا طریق کار ہے۔ گورنر نے کس قانون کے تحت اور کس حیثیت سے قانون کو بائی پاس کیا۔ گورنر پنجاب نے اپنے منصب کے لئے جو حلف اٹھایا تھا کیا یہ اُس کی پاسداری ہے؟ کیا ملک وملت سے یہ غداری نہیں؟ ایسا تو دیکھا نہ سنا کہ عدالتی پراسیس مکمل ہونے کے بعد سزا ہوئی اور قانونی مراحل طے ہونے کے بعد صدر نے معافی دی ہو لیکن یہاں تو گورنر جیل میں خود ملزمہ کی درخواست ٹائپ کروا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ بے گناہ ہے۔ کیا یہ نظامِ عدل کی توہین نہیں؟ پنجاب حکومت کا کہنا ہے کہ ''وزیر اعلیٰ پنجاب نے محکمہ داخلہ کی جانب سے آسیہ مسیح کی سزا معاف کرنے کے حوالے سے ریفرنس تیار کرنے کی منظوری نہیں دی اور گورنر سلمان تاثیر کو ایسا کوئی آئینی اختیار حاصل نہیں کہ وہ صدر زرداری سے آسیہ مسیح کی سزا معاف کرنے کی درخواست کریں'' لیکن گورنر بہادر تو ارشاد فرما رہے ہیں کہ ''میں نے پورا کیس سٹڈی کیا ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ وہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرتکب ہوئی''۔ آئینی ماہرین کہتے ہیں کہ آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۰۵ کے تحت گورنر، کابینہ یا وزیر اعلیٰ کی ہدایات کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قانونی پوزیشن یہ ہے کہ صدر کو آئین کے آرٹیکل نمبر ۴۵ کے تحت عدالتی سزا معاف یا معطل کرنے کے اختیارات حاصل ہیں لیکن وہ وزیر اعظم کی ایڈوائس کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے گورنر اِس قانون کو کالا قانون کہہ رہے ہیں۔ گورنر کو یاد ہوگا کہ گزشتہ سال فیصل آباد ٹیکسٹائل یونیورسٹی میں ایک طالب علم نے اِنہی وجوہ کی بنا پر ان سے اپنی ڈگری لینے سے انکار کر کے سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اطلاعات کے مطابق ننکانہ صاحب اور شیخوپورہ سے احتجاج آگے بڑھ رہا ہے۔ ایک ٹی وی چینل کی ٹیم نے وقوعہ والے مقام کا ۲۴/ نومبر کو دورہ کیا، آسیہ مسیح کے بقیہ عزیز واقارب معمول کی زندگی گزار رہے ہیں جبکہ پراپگنڈہ اِس کے برعکس ہے۔

''مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے ردِّعمل میں کہا ہے کہ شیخوپورہ جیل میں آسیہ مسیح سے ملاقات کے موقع پر جو کچھ گورنر پنجاب نے کہا کہ وہ حکومتی پالیسی نظر آ رہی ہے اِس طرح حکومت اور گورنر پنجاب

۲۹۵۔سی کی ملزمہ کی پشت پناہی کر کے خود توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور توہین عدالت کے مرتکب ہوئے ہیں۔عدالت سے سزا پانے کے بعد اس کو بے گناہ قرار دے کر قانون آئین اور عدالتوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور اپنی رائے کو قانون کہا جا رہا ہے۔ماورائے آئین اور ماورائے عدالت اقدامات کئے جا رہے ہیں، اس سے قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا رجحان بڑھے گا اور لاقانونیت کا راج ہوگا جبکہ حکمران اور خصوصاً گورنر پنجاب اس کا موجب بن رہے ہیں، کیا ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حوالے سے بھی حکمرانوں اور سیاستدانوں کو کوئی تشویش ہے کہ نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کی اصل وجوہ کیا ہیں۔اسلامی سزاؤں کا مذاق اڑانا اور اسلامی سزاؤں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا پیپلز پارٹی کا پرانا وطیرہ ہے۔حکمرانوں کو اپنے اوپر تنقید گوارہ نہیں لیکن مُحسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت وختمِ نبوت پر تنقید کا حق مانگا جا رہا ہے۔یہ کون سی انسانیت کی خدمت ہے‘‘۔

۲۱رنومبر کو آسیہ مسیح کو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت اسے خفیہ طور پر اسلام آباد پہنچایا گیا اور منصوبہ بندی کے تحت اس کو پوری فیملی سمیت بیرون ملک بھجوانے کے انتظامات آخری مرحلے میں ہیں۔

اِس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہدالراشدی نے کہا ہے کہ ’’جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی پر آسیہ مسیح کو عدالت کی طرف سے سزائے موت سنائے جانے کے بعد گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا جو ردِعمل سامنے آیا ہے وہ اس ایمانی اور نازک مسئلہ پر اسلامیان پاکستان کے جذبات واحساسات کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ گورنر پنجاب کے اس حلف کی بھی خلاف ورزی ہے جس حلف کی بنیاد پر وہ گورنر پنجاب بنے۔آسیہ مسیح کو ایک مغربی ملک میں سیاسی پناہ دیئے جانے کی پیش کش سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اِس سلسلہ میں گورنر پنجاب کی مداخلت کس کے اشارے پر ہوئی؟

آخری اطلاعات کے مطابق آسیہ مسیح اور اس کی فیملی کے سرکاری انتظامات کے تحت پاسپورٹس ارجنٹ بنیادوں پر بن رہے ہیں امیگریشن کی تیاری ہو رہی ہے اِن حالات میں حکومت ملک کو انارکی کی طرف لے جا رہی ہے ۲۶،۲۷رنومبر کو متعدد دینی جماعتیں احتجاج کریں گی۔متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت کی مرکزی رابطہ کمیٹی نے اپنا مشترکہ اجلاس یکم دسمبر کو لاہور میں طلب کر لیا ہے۔ضرورت اِس امر کی ہے کہ ملکی سطح پر پرامن احتجاج کے لئے تمام دینی وسیاسی جماعتیں مشترکہ لائحہ عمل طے کریں۔

یہ خبر بھی آئی ہے کہ مرکز سراجیہ لاہور پر پولیس نے دھاوا بولا، چھاپہ مارا، تحفظ ختمِ نبوت اور ردِ قادیانیت پر طبع شدہ لٹریچر کے بنڈل پولیس اٹھا کر لے گئی اِس قسم کی گھمبیر صورتحال متقاضی ہے کہ دینی جماعتیں صورتحال کا حقیقی بنیادوں پر جائزہ لیں اور نئی صف بندی کی تیاری کریں ورنہ دشمن بڑے خطرناک وار کی تیاری کر رہا ہے۔